انجمن خُدّام القرآن —— ایک تحریک

حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

''انجمن خدام القرآن''عام معنوں میں محض ایک انجمن یا ادارہ نہیں بلکہ ایک تحریک ہے۔ انجمن خدام القرآن سندھ کراچی نے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے بطن سے جنم لیا ہے جس کے بانی اور مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ تھے —— اس تحریک یا movement کا عنوان ہے 'رجوع الی القرآن'۔ یہ تحریک کیا ہے اور اس کی اہمیت وضرورت کیا ہے' یہ جاننے کے لیے ہمیں کسی قدر امت کے ماضی میں جھانکنا ہوگا۔

دیکھیے یہ اُمت جو آج زبوں حالی کا شکار ہے اور آج سے نہیں گزشتہ ڈیڑھ سو بلکہ پونے دوسو سال سے زوال وانحطاط کا شکار ہے' اس کا مرثیہ مسلمانوں کے قومی رہنما اپنے اپنے انداز میں کرتے رہے ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی نے پستی (یعنی زوال امت) کا نقشہ قریباً ڈیڑھ صدی قبل ان الفاظ میں کھینچا تھا ؎

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مَد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے!

اُسی زمانے میں مرزا غالب نے اپنے انداز میں یہ نوحہ کہا تھا: ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں!

بعدازاں پچھلی صدی کے اوائل میں حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں اللہ تعالیٰ کے حضور اُمتِ مسلمہ کا مقدمہ پیش کرتے ہوئے اپنی مشہور نظم ''شکوہ'' میں فریاد کی ؎

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر!

اُمّتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا درد اقبال کے اس شعر میں بھی جھلکتا ہے ؎

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے اُمت بے چاری کے' دیں بھی گیا دنیا بھی گئی!

ایک دور تھا کہ یہی اُمت دنیا کی امام تھی' بلکہ آج کی اصطلاح میں Sole Supreme Power on the Earth کا مقام رکھتی تھی —— اور دنیا کی امامت کا یہ مقام اس امت کو دس بیس سال کے لیے نہیں' مسلسل آٹھ

صدیوں تک حاصل رہا۔ اسی حوالے سے علامہ اقبال نے دورِ حاضر کے مایوس مسلمان نوجوان کو خطاب کر کے فرمایا تھا:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا!

بہرکیف آج وہی امت زوال اور انحطاط کی پست ترین سطح پر پہنچی ہوئی ہے' جس کا مرثیہ قومی شاعروں کی زبان سے سطورِ بالا میں ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ اصل قابلِ غور معاملہ یہ ہے کہ ایسا ہوا کیوں؟

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں!

حکیم الامت علامہ اقبال نے اس کی جو تشخیص کی اس کا خلاصہ ''جوابِ شکوہ'' کے اس شعر میں موجود ہے:

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

علامہ نے اپنے فارسی کلام میں اسی حقیقت کو واشگاف الفاظ میں واضح کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنج گردشِ دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمیں افتندۂ
در بغل داری کتابِ زندۂ

''(اے مسلمان!) تیری ذلت اور رسوائی کا اصل سبب تو یہ ہے کہ تو قرآن سے دور اور بے تعلق ہو گیا ہے لیکن تو اپنی اس زبوں حالی پر الزام گردشِ زمانہ کو دے رہا ہے۔ اے وہ قوم کہ جو شبنم کے مانند زمین پر بکھری ہوئی ہے (اور پاؤں تلے روندی جا رہی ہے!) اٹھ کہ تیری بغل میں ایک کتابِ زندہ موجود ہے! (جس کے ذریعے تو دوبارہ بامِ عروج پر پہنچ سکتی ہے!)

تقریباً اُسی زمانے میں برصغیر میں طبقہ علماء کے چوٹی کے رہنما شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ؒ نے بھی مالٹا کی اسیری سے رہائی کے بعد وطن واپسی پر امت کے زوال و انحطاط کے اسباب کا تعین کرتے ہوئے یہی تشخیص کی تھی کہ اصل سبب ترکِ قرآن ہے۔ مفتی محمد شفیع ؒ نے اپنی کتاب ''وحدتِ اُمت'' میں اس معاملے پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات' بعد عشاء دار العلوم میں تشریف فرما تھے۔ علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا۔ اس وقت فرمایا کہ ''ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں''۔ یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسّی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں۔ فرمایا کہ:

''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دُنیوی ہر حیثیت

سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا' دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً و معناً عام کیا جائے' بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کیے جائیں' بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے' اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔''

گویا مسلمانانِ برصغیر کی دو چوٹی کی شخصیات' جن میں سے ایک کا تعلق مدرسہ و خانقاہ سے ہے اور دوسری کا تعلق کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہے' اس بات پر متفق ہیں کہ امت کے زوال کا سبب ترکِ قرآن ہی ہے۔

واضح رہے کہ ترکِ قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کیا ہے' بلکہ اصل میں ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم نے بھی کتاب اللہ کے ساتھ وہی ناقدری والا معاملہ کیا جو یہود نے کیا تھا' جس پر سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ نے سخت ترین انداز میں تبصرہ فرمایا ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵﴾

''مثال ان لوگوں کی جو حامل تورات بنائے گئے' پھر وہ اس کے حامل ثابت نہ ہوئے' اُس گدھے کی سی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔ بہت بری مثال ہے اس قوم کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

یعنی قرآن جیسی عظیم نعمت کی حقیقی معنوں میں قدردانی کرنے اور اس کے حقوق ادا کرنے اور اس ابدی ہدایت سے رہنمائی حاصل کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنے کی بجائے اسے اچھے سے جزدان میں لپیٹ کر کسی طاق میں سجانے کا معاملہ کیا ہے' جسے کھولنے کی نوبت بقول اقبال بالعموم صرف اس وقت آتی ہے جب خاندان میں کوئی مرگ ہو جائے۔ فرماتے ہیں ۔

با یاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسینِ او آساں بمیری!

''(لیکن افسوس کہ اے مسلمان!) تجھے اس کی آیات سے اب اس کے سوا اور کوئی سروکار نہیں رہا کہ اس کی سورۂ یٰسین کے ذریعے موت کو آسان کر لے!''

وہ کتاب جو پوری زندگی کے لیے ہر پہلو سے ہدایت اور روشنی کا مینار بنا کر اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت کے طور پر اُمتِ مُسلمہ کو عطا کی گئی تھی اسے ''نسخہ موت'' بنا کر رکھ دیا —— چنانچہ یہ وہ جرم عظیم ہے جس کی سزا کے طور پر امت آج اللہ کی طرف سے ذلت و مسکنت کے عذاب سے دوچار ہے۔

لہٰذا اب اگر دنیا میں اس عظمت و سطوت رفتہ کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہو اور دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت کے حصول کی خواہش رکھتے ہو تو قرآن حکیم کے ساتھ اپنے تعلق کو مثبت اور مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا

ہوگا۔ قرآن کی طرف پھر پلٹنا ہوگا۔ بقول اقبال ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

''(اب) اگر تو (دوبارہ) مسلمان ہو کر جینے کا خواہش مند ہے تو (اچھی طرح جان لے کہ) اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپنی حیاتِ نو کی بنیاد قرآن پر قائم کرے!''

اسی طرح فرمایا:

از یک آئینی مسلماں زندہ است
پیکرِ ملّت ز قرآں زندہ است
ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست
اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست!

''وحدتِ آئین ہی مسلمان کی زندگی کا اصل راز ہے اور ملّتِ اسلامی کے جسدِ ظاہری میں روحِ باطنی کی حیثیت صرف قرآن کو حاصل ہے۔ ہم تو سرتاپا خاک ہی خاک ہیں' ہمارا قلب زندہ اور ہماری روحِ تابندہ تو اصل میں قرآن ہی ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو اس لیے کہ یہی اللہ کی رسّی ہے!''

لہٰذا آج اصل ضرورت کس بات کی ہے؟

لوٹو قرآن کی طرف! پلٹو قرآن کی طرف!! مضبوطی سے تھامو اللہ کی رسی کو!!!

گویا قرآن حکیم کے ساتھ امت کے تعلق کو از سرِنو مضبوط کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

''تحریک رجوع الی القرآن'' دراصل اسی جدوجہد کا عنوان ہے جس کے فروغ کے لیے محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مرکزی انجمن خدام القرآن کے نام سے ۱۹۷۲ء میں لاہور میں ایک ادارہ قائم فرمایا تھا۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ اس تحریک کی ضرورت اور اس کا scope کسی ایک شہر یا ملک تک محدود نہیں ہے' بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اس تحریک کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ کہ بانی ومؤسس انجمن نے رجوع الی القرآن کی جس تحریک کا آغاز شہر لاہور سے کیا تھا وہ اب صرف پاکستان تک محدود نہیں رہی بلکہ اس کی صدائے بازگشت آج عالمی سطح پر گونج رہی ہے۔ پاکستان کے متعدد شہروں میں لاہور کی انجمن کی طرز پر ''انجمن خدام القرآن'' کے نام سے ادارے قائم ہو چکے ہیں' مثلاً کراچی' ملتان' فیصل آباد' اسلام آباد' پشاور' جھنگ اور سرگودھا۔ اور قرآن کا یہ پیغام اور امت کو قرآن کے ساتھ دوبارہ جوڑنے کے حوالے سے دروسِ قرآن اور خطاباتِ عام کی صورت میں Peace tv اور دیگر چینلز کے ذریعے' دعوتِ قرآنی بالخصوص اردو بولنے اور سمجھنے والے کروڑہا مسلمانوں تک باضابطہ طور پر پہنچ چکی ہے۔ تاہم اسی رخ پر ابھی بہت زیادہ مزید محنت درکار ہے۔ بہرکیف انجمن خدام القرآن کے نام سے اداروں کا قیام اور ان کے تحت قرآن اکیڈمیز کا قیام دراصل تحریک رجوع الی القرآن ہی کا حصہ ہے۔

❀❀❀